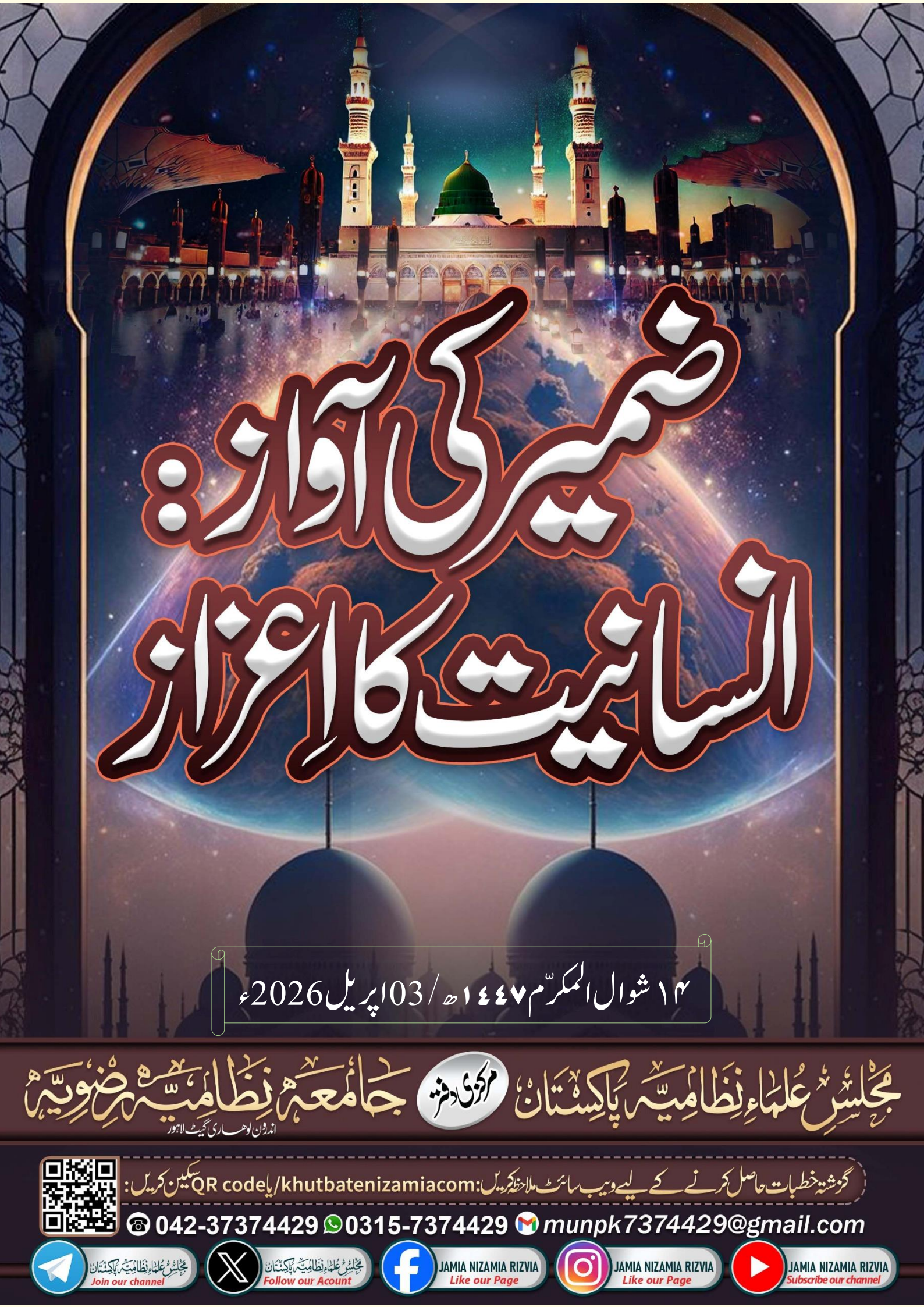

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گزشتہ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com/ یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَأَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ، بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ o وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ o [القیٰمۃ 75:1، 2]

عالَمی سطح پر تسلیم شدہ اعداد و شمار کے مطابق دُنیا میں بسنے والے انسانوں کی تعداد آٹھ ارب سے تجاوُز کر چکی ہے، مگر انسانیّت سے آراستہ افراد کی تعداد اِس سے بہت کم ہے۔ یوں کہہ لیجیے کہ اولادِ آدم آٹھ ارب سے زیادہ ہیں، مگر آدمیّت کم ہی لوگوں میں ہے۔

خالقِ کریم نے انسان کو جن اعلیٰ صفات سے نوازا ہے اُنھیں "انسانیت" سے تعبیر کیا جاتا ہے.... یہی پاکیزہ اوصاف حقیقت میں انسان کو دیگر جان داروں سے ممتاز کرتے ہیں اور اِنہی کے سبب انسان اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز ہوتا ہے۔ اگر یہ خوبیاں انسان میں موجود ہوں تو وہ بارگاہِ ربّ العزّت میں عام فرشتوں سے بلند مقام پالیتا ہے، لیکن اگر جوہرِ انسانیت ختم ہو جائے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر قرار پاتا ہے۔ اِسی حقیقت کو کلامِ مجید نے اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ھُمۡ اَضَلُّ [الاعراف 7:179] سے تعبیر فرمایا ہے۔

"انسانیت" یعنی انسان کی امتیازی خوبیوں میں سے ایک "ضمیر" بھی ہے، جسے قرآنِ حکیم کی اصطلاح میں "نَفۡسِ لَوّامہ" اور انگریزی میں Conscience کہا جاتا ہے۔

ضمیر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وہ صلاحیت ہے جو اچھے بُرے، خیر و شر اور حق و باطل میں امتیاز کرتی ہے۔ یہ خوبی "انسانیت" کی محافظ و نگہبان ہے؛ کیونکہ اگر انسان سے انسانیت ختم ہونے لگے تو ضمیر ہی انسان کو جگاتا ہے اور بُرائی سے شرمندگی دلا کر خود کو سنوارنے کا جذبہ بیدار کرتا ہے۔ غفلت، غلط تربیت، گناہوں کی کثرت یا بُری سنگت وغیرہ کی وجہ سے انسان کا ضمیر متأثّر ہوتا ہے اور اُسے بُرائیوں سے روکنا چھوڑ دیتا ہے۔ محاورے میں اِسی بات کو تعبیر کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ "فلاں بندے یا فلاں قوم کا ضمیر مُردہ ہو چکا ہے"۔

اِس وقت دُنیا کو درپیش مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ "ضمیر کی موت" بھی ہے۔ کسی شاعر نے کہا:

کمی رزق کی اِس جہاں میں نہیں ہے
یہاں قحط ہے بس ضمیروں کا لیکن

عصرِ حاضر میں انسانی ضمیر کی جو ناگفتہ بہ صورتِ حال ہے اُسے عالَمی سطح پر محسوس کیا جا رہا ہے؛ اِسی لیے ہر سال پانچ اپریل کو "عالَمی یومِ ضمیر (International Day of Conscience)" منایا جاتا ہے۔

کوئی چیز جس قدر اہم ہو اُس کی فکر بھی اُتنی ہی زیادہ ہوتی ہے۔ جب ضمیر انسانیت کے ماتھے کا جُھومر ہے تو ہمیں اپنے ضمیر کو بیدار و زندہ رکھنے کی خوب فکر ہونی چاہیے اور ہر اُس عمل سے بچنا چاہیے جو اِسے مُردہ و بیمار کر سکتا ہے۔

چنانچہ آج کا خطبہ "ضمیر کی آواز: انسانیت کا اِعزاز" کے عنوان سے ہو گا، اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

ضمیر کی موت وحیات کا تصوُّر

ضمیر کی زندگی اور موت کا تصوُّر انسان کی اپنی زندگی اور موت کے تصوُّر سے مختلف ہے۔ بہت سارے چلتے پھرتے لوگ ہیں، جن کا دل تو دھڑک رہا ہوتا ہے، سانس بھی چل رہا ہوتا ہے اور جسم کی حرکت بھی جاری ہوتی ہے، مگر اُن کا ضمیر مُردہ ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ضمیر کی زندگی اور موت سے کیا مراد ہے؟

⟸ اگر انسان کو اپنے اندر سے برائی پر مَلامت و سرزنش ہو، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کی نافرمانی کرنے پر شرمندگی ہو، کسی کی حق تلفی ہو جانے پر بے چینی ہو، گناہ کا ارتکاب ہو جانے پر توبہ کی فکر ہو اور موت کو یاد کر کے رونے کی سعادت نصیب ہو تو اِس کا مطلب ہے کہ ضمیر زندہ ہے۔

⟸ لیکن اگر دل کے اندر سے برائی پر ملامت وڈانٹ کی آواز نہ آئے، اپنے خالق جَلَّ شَانُہٗ اور اپنے آقا کریم ﷺ کا حکم چھوڑنے پر کوئی افسوس نہ ہو، ظلم کر کے بے چینی کا اِحساس تک نہ ہو اور بندہ یادِ خداوندی سے محروم ہو کر موت سے یوں غافل ہو جائے کہ گناہوں پر توبہ کی فکر بھی نہ رہے تو یہ سب باتیں اِس امر کی نشانیاں ہیں کہ ضمیر مُردہ ہو چکا ہے۔

اگر ہم اِس بات پر غور کریں کہ ضمیر کی زندگی یا موت سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تو یہ حقیقت واضح ہو گی کہ ضمیر کی زندگی یا موت کا انسان کے اعمال وافعال اور سیرت و کردار پر گہرا اثر ہوتا ہے:

- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ضمیر زندہ ہو تو اعمال اچھے ہو جاتے ہیں، معاملات میں پاکیزگی نصیب ہوتی ہے، کردار سنور جاتا ہے، اخلاق کی عمدگی میسّر آتی ہے اور انسان چھوٹے گناہوں کو بھی بڑا سمجھ کر اُن سے مکمل اجتناب کرتا ہے، بلکہ نیکی کر کے اُس کا حق ادا نہ کر پانے پر بھی سخت شرمندگی ہوتی ہے۔ اکابر کی مبارک زندگیوں کا مطالعہ کرنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ وہ تقوٰی و پرہیز گاری کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کے پیشِ نظر بہت روتے تھے اور خود کو یوں کوستے تھے جیسے وہی سب سے بڑے خطاکار ہیں۔ ضمیر کی آواز اُنھیں گناہوں سے بھی دُور رکھتی تھی اور عبادت پر نازاں ہونے سے بھی روکتی تھی۔
- اگر خدانخواستہ اپنے کرتوتوں کے نتیجے میں ضمیر مردہ ہو جائے تو اعمال بگڑ جاتے ہیں، نیت میں فُتُور آ جاتا ہے، اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرنے کے بعد آنکھوں میں آنسو آنا تو کُجا! اُن پر شرمندگی بھی نہیں ہوتی۔ ہم اپنی حالت سے بھی اِس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ضمیر چوکیدار ہے جو نظر تو نہیں آتا، مگر زندہ ہو تو اندھیرے اور تنہائی میں بھی انسان کو بُرائی سے روکتا ہے، لیکن اگر بیمار ہو جائے یا مَر جائے تو نہ صرف بُرائی پر ملامت ختم ہو جاتی ہے، بلکہ ایسا بدنصیب انسان بعض اوقات بُرائی کو اچھائی سمجھنے لگتا ہے اور فیشن وغیرہ... کئی بے ہودہ نام دے کر اپنے کرتوتوں پر فخر کرتا ہے۔

بیداریِ ضمیر کی اہمیت

اِس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ضمیر کی زندگی انسان کی اپنی زندگی سے بھی اہم ہے؛ کیونکہ ضمیر کی زندگی ایمان کی نشانی ہے... یہ زندہ ہو تو بندہ ربِّ کریم کا محبوب بن جاتا ہے اور مرنے کے بعد بھی حیاتِ سرمدی پاتا ہے... مگر ضمیر مَر جائے تو بندہ اپنے خالقِ کریم کی بارگاہ میں بے وُقعت ہو جاتا ہے اور چلتا پھرتا ہوا بھی حقیقت میں مُردہ ہی ہوتا ہے۔

قسمِ ربّانی: ضمیر / نفسِ لوّامہ ربّ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ اُس نے فرمایا: وَلَآ أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ! "اور مجھے اُس جان کی قسم جو (اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اپنے اُوپر) بہت مَلامت / ڈانٹ / سرزنش کرے!" [القیٰمۃ75:2]

یہ نفسِ لوّامہ کی عزّت افزائی ہے کہ باری تعالیٰ نے کلامِ مجید میں اُس کی قسم ارشاد فرمائی۔

ایمان کی نشانی: سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہِلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایمان کی نشانی کیا ہے؟ سیدِ عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَأَنْتَ مُؤْمِنٌ۔ یعنی "جب تمہاری نیکی تمہیں اچھی لگے (نیکی کرنے پر تمہارے دل میں خوشی پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی فرماں برداری کی توفیق سے نوازا ہے) اور تمہاری بُرائی تمہیں بُری لگے (برائی ہو جانے پر تمہارے دل میں گھٹن اور پریشانی کی کیفیت پیدا ہو) تو تم مومن ہو۔"

(مسند احمد، حدیث:22166۔ المستدرک علی الصحیحین، حدیث:33۔ حدیث صحیح)

عبادت سے افضل: حضرت وَہب بن مُنَبّہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: پہلی اُمّتوں میں ایک بندے نے طویل عرصے تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔ اُس نے ربِّ کریم سے کوئی دُعا مانگی اور (قبولیت کی اُمّید بڑھانے کے لیے) ستّر روزے رکھے، مگر دُعا کی قبولیت کا وقت بعد میں تھا۔ (اُس نیک بخت کا ضمیر زندہ تھا) وہ (اللہ تعالیٰ سے شِکوہ کرنے کے بجائے) اپنے نفس کی طرف متوجّہ ہوا اور کہنے لگا: مِنْ قِبَلِكِ أُتِيتُ، لَوْ كَانَ فِيكِ خَيْرٌ أُعْطِيتِ حَاجَتَكِ، وَلٰكِنْ لَيْسَ فِيكِ خَيْرٌ۔ اے نفس! تیری ہی وجہ سے مجھے محرومی ہوئی ہے، اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہوتی تو تیری حاجت ضرور پوری کر دی جاتی، لیکن درحقیقت تجھ میں کوئی خیر نہیں!

اِدھر ضمیر نے اُس کے نفسِ امّارہ کو ملامت کی، اُدھر ربِّ کریم نے اُس کی طرف ایک فرشتے کے ذریعے پیغام بھیجا:

⇐ يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّ سَاعَتَكَ هٰذِهِ الَّتِي أَزْرَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ فِيهَا خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَتِكَ۔ یعنی اے انسان! یہ گھڑی جس میں تُو نے اپنے نفس پر ملامت کی ہے، (اِس لمحے کا عمل) تیری پچھلی ساری عبادت سے بہتر ہے۔

⇐ قَدْ أَعْطَاكَ اللهُ حَاجَتَكَ۔ تجھے یہ خوش خبری بھی ہو کہ ربِّ کریم نے تیری حاجت پوری فرما دی ہے۔

(الزہد للإمام أحمد، رقم:501۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم:35174۔ شعب الإیمان، رقم:6770)

پژمُردگیِ ضمیر کا نتیجہ

ضمیر مُردہ ہو جائے تو نہ اپنے اندر سے برائی کو روکنے کے لیے آواز آتی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کی خیر خواہانہ نصیحت کا اثر ہوتا ہے۔ پھر معاذ اللہ بندہ بے شرم ہو کر ڈھٹائی سے نافرمانیاں کرتا ہے۔

سنگ دلی: ربِّ کریم نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

- ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ "پھر اُس کے بعد تمہارے دل سخت ہو گئے، چنانچہ وہ (حق کو قبول نہ کرنے میں) پتھروں کی طرح ہیں، بلکہ اُن سے بھی زیادہ سخت (کیونکہ پتھر بے عقل ہونے کے باوُجود اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، جب کہ مُردہ ضمیر ہونے کی وجہ سے تم عقل و شعور کے باوُجود اپنے رب سے نہیں ڈرتے)۔"
- وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ "اور بلاشبہ بعض پتھروں سے ضرور چشمے پھُوٹ نکلتے ہیں۔"
- وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ "اور یقیناً کچھ پتھر پھٹتے ہیں تو اُن سے پانی نکلتا ہے۔"
- وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ "اور بے شک کچھ پتھر اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔"
- وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ "اور اللہ تمہارے کرتوتوں سے بے خبر نہیں ہے۔" [البقرۃ2:74]

بے مُہار ہو جانا: جو بندہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم بے حیا اور بے ضمیر ہو جائے تو اُس کے لیے برائی سے کوئی رُکاوٹ باقی نہیں رہتی، تب انسان وہ کچھ کر گزرتا ہے جو حیوان بھی نہیں کرتے۔

سیدنا ابو مسعود عُقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: إِنَّ مِمَّا أَدْرَكَ النَّاسُ مِنْ كَلَامِ النُّبُوَّةِ الْأُوْلَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔ یعنی "پہلے تشریف لانے والے انبیائے کرام علیہم السلام کے کلام میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر تیرے پاس حیا کی دولت نہیں تو جو چاہے کر! (تجھے کوئی روکنے والا نہیں)" (صحیح بخاری، حدیث:6120)

ہم آئے روز ایسی خبریں سنتے ہیں، بلکہ بہت کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے بھی ہیں کہ دہشت گردی، تخریب کاری، قتل و غارت، ظلم و تشدُّد اور بے حیائی کے واقعات سرِعام ہوتے ہیں، ایسا کرنے والوں کا نفس بھی مطمئن ہوتا ہے اور اُنھیں ندامت تک نہیں ہوتی۔

شاعرِ مشرق اقبال علیہ الرحمہ نے بیمار و مُردہ ضمیر قوم کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

حرف اُس قوم کا بے سوز، عمل زار و زَبُوں
ہو گیا پختہ عقائد سے تہی جس کا ضمیر![1]

---

[1] زار: کمزور۔ زَبُوں: ناکارہ۔ یعنی جس قوم کا ضمیر پختہ عقائد (ایمان و یقین) سے خالی ہو اُس کا عمل بھی ناکارہ ہوتا ہے اور اُس کی بات بھی بے سوز ہوتی ہے۔

ضمیر کیسے مَرتا ہے؟

اسلام ایسا روشن دین ہے جس نے ہر چیز سے متعلق واضح راہ نمائی فرمائی ہے۔ قرآن وسنّت سے ہمیں یہ بھی پتا چلتا ہے کہ ضمیر کیوں مَر جاتا ہے؟ یعنی ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بندہ دلیری سے گناہ کرتا رہے اور شرمندگی بھی نہ ہو؟ چند بنیادی وجوہات یہ ہیں:

یادِ الٰہی سے غفلت: جسم کی ساری بہار زندگی کے ساتھ ہے اور ضمیر کی تمام تر رونق یادِ الٰہی کے ساتھ ہے... رُوح بدن سے نکلتے ہی جسمانی زندگی ختم ہو جاتی ہے، یوں ہی جو شخص ربّ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اُس کا ضمیر مُردہ ہو جاتا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ سے روایت کیا: مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔ یعنی "اپنے ربّ تعالیٰ کو یاد کرنے والا زندہ شخص کی طرح ہے اور اُس کی یاد سے محروم مُردہ انسان کی طرح ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:6407)

گناہوں کی کثرت: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانِ عالَم ﷺ سے روایت کیا: إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ، فَإِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهُ، وَإِنْ زَادَ زَادَتْ حَتَّى يَعْلُوَ قَلْبَهُ۔ "مسلمان جب گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے.... اگر توبہ کرے، باز آجائے اور معافی مانگ لے تو اُس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے.... اگر مزید گناہ کرے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتّٰی کہ دل پر چھا جاتی ہے۔"

پھر فرمایا: "یہ وہ زنگ ہے جسے ربّ تعالیٰ نے قرآن میں ذکر فرمایا: كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔[1] ہر گز نہیں! بلکہ اُن کے اعمال نے اُن کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔" (مسند احمد، حدیث:7952۔ سنن ابن ماجہ، حدیث:4244)

اگر بات کو مختصر کریں تو کہا جا سکتا ہے کہ ذاتی اور قومی ضمیر کو زندہ رکھنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ:

i. اپنے ربِّ کریم کی یاد سے دل کو آباد کریں اور اُس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر جواب دینے کا تصوُّر پختہ کریں۔
ii. گناہوں سے سچی توبہ کر کے آئندہ ہر طرح کی نافرمانی سے گریز کریں۔
iii. ایسے خوش نصیبوں کی سنگت اختیار کریں اور اُنھیں اپنے لیے مثالی شخصیت (Role Model) بنائیں جن کا ضمیر بیدار ہے۔
iv. اپنی ذات کا محاسبہ کرنے / خود احتسابی کے ساتھ ساتھ عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے کے لیے بھی کوشش کریں؛ ظلم کے دَور میں ضمیر کا زندہ رہنا بہت مشکل ہے۔

---

[1] المطففین 14:83

ضمیر کی موت سے متعلق فکرِ اقبال

ربِّ کریم نے ہر دَور میں ایسے افراد پیدا فرمائے جنھوں نے اُمّت کے ضمیر کو جھنجوڑا اور اُسے بیدار کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اِس حوالے سے شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ کی کاوشیں بھی لائقِ تحسین ہیں۔ اُنھوں نے اپنی شاعری میں ضمیر پر بہت کچھ لکھا ہے، ضمیر کو جگانے والے چند اشعار پیشِ خدمت ہیں:

دل کی حقیقت: انسان کے سینے میں دھڑکنے والے گوشت کے لوتھڑے کو "دل" کہا جاتا ہے، مگر اقبال علیہ الرحمہ نے سوچ دی ہے کہ اگر ضمیر زندہ ہو تو اِس ٹکڑے کو دل کہہ سکتے ہیں... اور ضمیر مَر چکا ہو تو یہ دل کہلانے کے قابل نہیں۔ فرمایا:

تِرے سینے میں دَم ہے، دِل نہیں ہے
تِرا دَم گرمیِ محفل نہیں ہے[1]

گزر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغِ راہ ہے، منزل نہیں ہے[2]

یہی بات تاج دارِ علم و حکمت، پیکرِ عشق و محبت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمہ نے فرمائی:

دل ہے وہ دل جو تِری یاد سے معمور رہا
سَر ہے وہ سَر جو تِرے قدموں پہ قربان گیا

بے ضمیری کی وجہ: اسلامی تہذیب و تربیت جوانوں کو اَفکار کی بلندی بھی عطا کرتی ہے اور کردار کی پختگی بھی، جب کہ یورپی کلچر ایسا بے ہودہ و ناپاک ہے کہ اُس کے دِل دادہ کی نہ نگاہ پاکیزہ رہتی ہے نہ دل... اور ظاہر ہے کہ جب بد نگاہی و پریشان خیالی ہو گی تو کردار تباہ اور ضمیر مردہ ہو جائے گا۔ اِس حقیقت کو اقبال علیہ الرحمہ نے یوں واضح کیا:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ رُوح اُس مدنیّت کی رَہ سکی نہ عفیف[3]

---

[1] دَم: سانس۔ یعنی تیرے سینے میں سانس لینے والا ایک لوتھڑا موجود ہے، مگر عشقِ خدا تعالیٰ و محبتِ مصطفیٰ کریم ﷺ سے محروم ہونے کے سبب وہ اِس قابل نہیں کہ اُسے "دِل" کہا جاسکے... اور تیری سانس بھی ایسی ہے کہ اِس سے محفل میں گرمی اور کچھ کر گزرنے کا ولولہ پیدا نہیں ہوتا۔

[2] عقل کو حرفِ آخر مت سمجھ! اِس سے آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ کریم ﷺ کی محبت و اِطاعت حاصل کر... یہ عقل راستہ دکھانے کے لیے چراغ ہے، منزلِ مقصود نہیں ہے، بلکہ منزلِ مقصود ربّ تعالیٰ کی رِضا اور رسولِ مکرم ﷺ کی خوشنودی ہے۔

[3] مَدَنِیَّت: معاشرت / تمدُّن۔ عفیف: پاکیزہ / پارسا۔ یعنی مغربی تہذیب (Western Civilization) دل کی دُنیا بھی ویران کر دیتی ہے اور نگاہوں کا تقدُّس بھی پامال کر دیتی ہے؛ کیونکہ اُس معاشرے و تمدُّن کی رُوح ہی پاکیزہ نہیں ہے۔

رہے نہ رُوح میں پاکیزگی تو ہے ناپید
ضمیرِ پاک وخیالِ بلند وذوقِ لطیف [1]

یہی بات ایک اور خوب صورت شعر میں اُنھوں نے یوں فرمائی:

بُرا نہ مان ذرا آزما کے دیکھ اِسے
فرنگ دل کی خرابی، خرد کی معموری [2]

بے ضمیری کا نتیجہ: نبیِ کریم ﷺ کی حسین تربیت نے جہالت کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کو کائنات کا راہ نما بنادیا تھا، اُن کی تعلیمات اور سیرتِ مبارکہ کے روشن پہلو مزید آشکار ہو رہے ہیں، اِس کے باوُجود ہمارے دَور میں اخلاقی پستی اپنی آخری حدوں کو کیوں چُھو رہی ہے؟ اقبال علیہ الرحمہ نے "ضربِ کلیم" میں اِس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

آسان الفاظ میں اِس کا مفہوم یہ ہے کہ دُشمن نے سازش کے تحت میڈیا اور نظامِ تعلیم وغیرہ کے ذریعے ہمارے ذہنوں کو غلام بنا دیا۔ چنانچہ ہم نے اسلامی شخصیات کو آئیڈیل بنانے کے بجائے ایسے لوگوں کو مثال (Role Model) بنالیا جو اِس قابل نہیں تھے... خود کو کمتر اور غیروں کو برتر سمجھنے لگے، اپنی تہذیب کو چھوڑ کر دوسروں کا کلچر اپنانے لگے۔ جب کوئی قوم ذہنی طور پر غلام بن جاتی ہے تو "غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے" اور ضمیر بدل جائے تو جو کچھ ناخوب (بُرا) ہو وہ خوب (اچھا) معلوم ہونے لگتا ہے۔

صدائے ضمیر کی پہچان

شیطان کی چال اور ضمیر کی آواز میں فرق سمجھنا بھی بہت ضروری ہے۔ انسان کو چاہیے کہ اپنے خیال کو شریعت کے ترازو پر پرکھے، اگر شریعت کے مطابق ہو تو ضمیر کی آواز ہے، ورنہ شیطانی یا نفسانی چال ہے... یوں سمجھ میں نہ آئے تو محبوبانِ خدا کے طریقوں پر غور کرے، پیاروں کی سیرت کے مطابق ہو تو ضمیر کی صدا ہے، ورنہ ابلیس کا فریب ہے... اگر پھر بھی واضح نہ ہو تو دیکھے کہ نفس طبعی طور پر اُسے پسند کرتا ہے یا نہیں؟ اگر نفس اُس کی چاہت رکھتا ہے تو بھی اُس سے بچنا چاہیے؛ کیونکہ نفس برائی کی ہی دعوت دیتا ہے۔
(منہاج العابدین إلی جنۃ ربّ العالمین للغزالی، العقبۃ الثالثۃ، العائق الثالث، ص:80، مکتبۃ المدینۃ، ملخصًا)

---

[1] اگر رُوح ہی پاکیزہ نہ رہے تو کوئی اعلیٰ خوبی باقی نہیں رہتی... نہ ضمیر پاک ہوتا ہے، نہ نگاہ کی بلندی نصیب ہوتی ہے اور نہ ہی ذوق وسوچ پُر لطف ہوتی ہے۔
[2] یعنی میری بات کا بُرا نہ مانو! خود آزما کر دیکھ لو! مغرب سے عقل کی ترقّی تو مل سکتی ہے، مگر اُن کی تہذیب دل کو برباد اور ضمیر کو مردہ کر دیتی ہے۔

حرفِ آخر: صدائے ضمیر... احسانِ ربِّ قدیر

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں انسان بنایا، مگر اِس حقیقت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ انسان کی فضیلت "انسانیت" کے ساتھ ہے... یعنی آدمی دیگر جان داروں سے افضل تبھی ہے جب وہ انسانیت کے زیور سے آراستہ ہو، اگر اُس میں انسانیت باقی نہ رہے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر قرار پاتا ہے۔

"انسانیت" سے مراد وہ پاکیزہ واعلیٰ صفات ہیں جو انسان کو دیگر حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں، اِنہی میں سے ایک "ضمیر" بھی ہے۔ یہ وہ خوبی ہے جو انسان میں انسانیت کی رکھوالی کرتی ہے، اچھے بُرے اور حق و باطل میں فرق کر کے انسان کو بُرائی پر ملامت و عار دلاتی ہے، ضمیر کی آواز سے بندہ اپنی کوتاہیوں پر شرمندہ ہوتا ہے اور ربِّ کریم کی توفیق سے اپنی اصلاح اور بہتری کی کوشش کرتا ہے۔ اِس قوّت و صلاحیت کو قرآنِ حکیم کی اصطلاح میں "نَفْسِ لَوّامہ" اور انگریزی میں Conscience کہا جاتا ہے۔

عصرِ حاضر میں دُنیا کے بیشتر افراد اِس سنگین مسئلے سے دوچار ہیں کہ اُن کا ضمیر اُنھیں برائی پر متنبّہ نہیں کرتا، اُنھیں ظلم و جَبر اور گناہوں سے ہچکچاہٹ نہیں ہوتی اور وہ اپنے کرتوتوں سے باز آنے کا سوچتے بھی نہیں۔ اِسی تشویش ناک صورتِ حال کے پیشِ نظر ہر سال 05 اپریل کو "عالَمی یومِ ضمیر (International Day of Conscience)" منایا جاتا ہے۔

چنانچہ آج کے خطبہ میں "ضمیر کی آواز: انسانیت کا اِعزاز" کے عنوان سے کچھ باتوں کا تذکرہ ہوا۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

1) ضمیر زندہ و بیدار ہو تو یہ ربِّ کریم کا بہت بڑا اِحسان ہے اور اگر یہ مُردہ و بیمار ہو جائے تو انسان کے کرتوتوں کی بہت بڑی سزا ہے۔

2) ضمیر زندہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ:

i. انسان کو اُس کا اپنا باطن بُرائی پر ملامت و سرزنش کرے۔

ii. نافرمانی پر دل میں ندامت و شرمندگی پیدا ہو۔

iii. گناہ ہو جانے پر توبہ و اِصلاح کی فکر ہو۔

iv. موت کو یاد کر کے دل نرم ہو اور آنکھوں سے آنسو بہانے کی توفیق میسّر آئے۔

اور ضمیر مردہ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ:

i. انسان کو اپنے اندر سے برائی پر ملامت و ڈانٹ کی آواز نہ آئے۔

ii. اپنے خالق جَلَّ شَانُہٗ اور اپنے آقا کریم ﷺ کے احکام چھوڑنے پر افسوس نہ ہو۔

iii. یادِ خداوندی اور موت سے ایسی غفلت ہو کہ گناہوں پر توبہ کی فکر بھی باقی نہ رہے۔

3) ضمیر کی زندگی ایمان کی نشانی ہے اور بھلائیوں کی بنیاد ہے، جب کہ ضمیر کی موت سے کردار بگڑ جاتا ہے اور یہ تباہی کا ذریعہ ہے۔

4) بندہ اپنے ربِّ کریم کو یاد رکھے، گناہوں سے بچتا رہے اور نیکوں کی سنگت میں رہے تو ضمیر کی بیداری وحیات نصیب ہوتی ہے، جب کہ غفلت ومعصیت اور بُروں کی صحبت سے ضمیر رفتہ رفتہ مُردہ ہو جاتا ہے۔

5) اقبال علیہ الرحمہ کے بقول مغربی تہذیب ایسی بے ہودہ وآوارہ ہے کہ اُسے اختیار کرنے والے بندے کا ضمیر بھی مُردہ ہو جاتا ہے اور اُس کی نگاہوں کی پاکیزگی بھی باقی نہیں رہتی۔ ہمیں اِس سے سبق لیتے ہوئے یورپ کے کلچر پر تھوک دینا چاہیے اور اُس پاکیزہ و اعلیٰ تہذیب کو اختیار کرنا چاہیے جو ماہِ مدینہ ﷺ نے عطا فرمائی ہے۔

6) یہ بات بھی اہم ہے کہ جو خیال شرعی تقاضوں کے خلاف ہو وہ ضمیر کی آواز نہیں ہوتا، بلکہ وہ شیطان کا فریب یا نفسِ اَمّارہ کا دھوکا ہوتا ہے۔ چنانچہ کوئی شخص بُرے کام کا جواز پیش کرنے کے لیے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری نیت اچھی ہے یا ضمیر مطمئن ہے۔ ضمیر کی صدا ہمیشہ شریعت کے تابع ہوتی ہے، ورنہ وہ خیال محض خواہشِ نفس ہے۔

7) جس طرح ہر فرد کا ضمیر ہوتا ہے، اسی طرح معاشرے کا اجتماعی ضمیر (Collective Conscience) بھی ہوتا ہے اور حالات سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اجتماعی ضمیر بھی مَر چکا ہے.... غزّہ کی تباہی پر اُمّتِ مسلمہ کا فقط مذمّتی بیانات تک محدود رہنا اور اسرائیلی درندوں کی کئی ممالک کے خلاف وحشیانہ کارروائیوں کے باوُجود عالَمی طاقتوں کا کوئی عملی اِقدام نہ کرنا اِس بات کی نشانی ہے کہ اجتماعی ضمیر بے حس ہو چکا ہے۔

ظلم کے خلاف کھڑے ہونے سے متعلق کسی شاعر نے کہا:

انسان ہو کسی بھی صدی کا کہیں کا ہو
یہ جب اُٹھا ضمیر کی آواز سے اٹھا

8) کسی چیز کی قدر جتنی زیادہ ہو اُس کی فکر بھی اُتنی ہی گہری ہوتی ہے۔ جب ضمیر انسانیت کے ماتھے کا جُھومر ہے تو ہمیں اپنے ضمیر کو بیدار وزندہ رکھنے کے لیے فکر مند رہنا چاہیے اور ہر اُس عمل سے بچنا چاہیے جو ضمیر کو مُردہ و بیمار کر دے۔

شرعی مسئلہ: جب کوئی شخص اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے معذرت کرلے اور اُس کی معذرت قبول کرنے میں کوئی شرعی رُکاوٹ بھی نہ ہو تو اُسے معاف کر دینا لازم ہے، یعنی اب اُس کی پچھلی غلطی کا بدلہ لینا جائز نہیں..... بلاوجہ معاف نہ کرنے والے سے متعلق حدیثِ پاک میں وعید فرمائی گئی ہے۔

البتہ اگر معذرت قبول کرنے سے کوئی شرعی رُکاوٹ ہو، جیسے کوئی شخص شے کو چھیننے یا چوری کرنے کے بعد اُسے واپس کیے بغیر معافی مانگے یا اُس کی معذرت قبول کرنے سے بُرے کام پر حوصلہ افزائی یا شر انگیزی ہو تو معاف کرنا لازم نہیں۔

یاد رہے کہ معافی قبول کرنے کے بعد تعلقات کو پہلے کی طرح رکھنا ایک الگ چیز ہے، تاہم معافی قبول کرنا لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل آپ کی تمام اُمّت کو ضمیر کی بیداری نصیب فرمائے اور ہمیں گناہوں سے بچنے کی سعادت اور نیکیوں کی کثرت کا جذبہ عطا فرمائے!

قادرِ مطلق مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار فرمائے! اہلِ غزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اور اسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی و بیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن و سلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کر دے! آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!